بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب المسائل

(جلدِ اول)

طہارت، نماز

[نظر ثانی و اضافہ شدہ اشاعت]

مرتب:

مفتی محمد سلمان منصور پوری

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ناشر

المرکز العلمی للنشر والتحقیق مرادآباد

تقسیم کار:

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

نام کتاب: کتاب المسائل (۱)

مرتب: مفتی محمد سلمان منصور پوری

کتابت وتزئین: محمد اسجد قاسمی مظفر نگری

صفحات: ۵۹۰

قیمت: ۳۰۰/روپیہ

اشاعتِ اول: جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ مطابق مئی ۲۰۰۸ء

نظرِ ثانی: جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ مطابق مئی ۲۰۱۳ء

ناشر: المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مرادآباد

09412635154 - 09058602750

تقسیم کار: فرید بک ڈپو (پرائیویٹ لمٹیڈ) دہلی

011-23289786 - 23289159

نماز کے آداب و مستحبات

نماز کے آداب و مستحبات

ادب اور مستحب کی شرعی حیثیت

اصطلاحِ شریعت میں جس عمل پر ادب اور مستحب کا اطلاق کیا جاتا ہے اس کی حیثیت یہ ہے کہ اگر اسے اختیار کیا جائے تو ثواب ملے گا اور اگر عمل نہ کیا جائے تو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ **ولها اداب تركه لايوجب إسائةً، ولا عتاباً كترك سنة الزوائد لكن فعله أفضل.** (درمختار مع الشامي بيروت ١٥٤/٢، درمختار زكريا ١٧٥/٢)

مستحب پر اصرار جائز نہیں

مذکورہ بالا صراحت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی مستحب امر پر اس قدر اصرار کرنا کہ اس کے نہ کرنے والے پر طعن وتشنیع کی نوبت آجائے یہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی جگہ مستحب کو ایسی مبالغہ آمیز حیثیت دی جانے لگے تو پھر عارض کی وجہ سے وہ مستحب، مستحب نہ رہے گا؛ بلکہ قابلِ ترک ہو جائے گا؛ تاکہ شرعی احکام کے درجات کا بھرپور تحفظ کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں ہمیں بہترین رہنمائی سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کے اس ارشاد سے ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”کوئی شخص اپنے عمل میں شیطان کا حصہ نہ رکھے اور یہ نہ سمجھے کہ اس پر نماز کے بعد دائیں جانب ہی رخ کرکے بیٹھنا ضروری ہے، اس لئے کہ میں نے خود آنحضرت ﷺ کو بائیں جانب بیٹھتے ہوئے بھی دیکھا ہے“۔ یعنی دائیں طرف رخ کرنا گو کہ مستحب ہے، مگر اس پر اصرار کرنا شیطانی عمل ہے، جس سے بچنے کی صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ تلقین فرمارہے ہیں۔ **عن ابن مسعود ﷺ قال: لا يجعلن أحدكم للشيطان من نفسه جزءاً لا يرى إلاَّ أن حقاً عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه، أكثر ما رأيت رسول الله ﷺ ينصرف عن شماله.**

(مسلم شريف ٢٤٧/١، حديث: ٧٠٧، موسوعة أثار الصحابة ١٢٣/٣)

عوام کی بے اعتدالی

موجودہ دور میں مستحبات کے سلسلہ میں بے اعتدالی عام ہے، کہیں تو مستحبات کا بالکل اہتمام نہیں، اور کہیں اس قدر اہتمام ہے کہ مستحب کو واجب سے بھی اوپر کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ مثلاً جمعہ کے خطبہ میں خطیب کے لئے عصا ہاتھ میں لینے کو فقہاء نے مستحب اور مندوب قرار دیا ہے؛ لیکن جنوبی ہند میں اس استحباب پر اتنی سختی سے عمل ہے کہ عصا (جسے مخصوص انداز میں اس طرح بنایا جاتا ہے کہ اس کا مصرف سوائے خطیب کے پکڑنے کے اور کچھ نہیں ہوسکتا) ہاتھ میں لینے کو جمعہ کے لوازم میں شامل کرلیا گیا ہے، خود احقر کو ایک مرتبہ اس بے اعتدالی کا مشاہدہ ہوا کہ آمبور (نزد مدراس) کی ایک جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ کے دوران احقر نے عصا ہاتھ میں لینے سے انکار کردیا تو نماز کے بعد چند بڑی عمر کے لوگ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ ''جمعہ کی نماز دوبارہ پڑھی جائے، یہ نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ خطیب نے عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ نہیں دیا ہے''۔ ظاہر ہے کہ یہ بات اصل مسئلہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، کچھ اسی طرح کی بات اقامت میں ''حی علی الفلاح'' کہنے پر جماعت کے لئے کھڑے ہونے کے مسئلہ میں پائی جاتی ہے۔ فقہاء نے اسے محض مستحب قرار دیا ہے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) لیکن اب ایک خاص گروہ نے اس مستحب کو اپنا ''رجسٹرڈ نشان'' بنالیا ہے، اور اس پر اس قدر شدت سے عمل ہے کہ اگر کوئی بے چارہ ان کی مساجد میں اس مستحب کے خلاف کرے تو اس کو ہدف ملامت بننا پڑتا ہے، یہ بات انصاف کے بالکل خلاف ہے۔ مستحب پر عمل کرنا ہے تو اس کو مستحب کے درجہ میں رکھ کر عمل کرنا چاہئے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے۔ خاص کر ایسے مستحبات جو صراحۃً پیغمبر ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اور فقہاء نے محض بعض مصالح کی بنا پر انہیں مستحب کہہ دیا ہے ان میں شدت تو کسی طرح روا نہیں ہے۔ انصاف پسند اہل علم کو چاہئے کہ وہ عوام کو ان بے اعتدالیوں سے روکیں نہ کہ وہ خود ہی ان کے مرتکب ہونے لگیں اور محض اپنی انفرادیت باقی رکھنے کے لئے بے اعتدالی کے پرجوش مبلغ بن جائیں۔ اس مختصر تمہید کے بعد نماز کے بعض مستحبات ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ چادر سے باہر نکالنا

مرد نمازی کے لئے مستحب ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت اپنے ہاتھ چادر یا آستین سے باہر نکال کر رفع یدین کرے (البتہ عورت چادر کے اندر ہی سے رفع یدین کرے گی) **إخراج الرجل كفيه من كمّيه عند التكبير للإحرام الخ، والمرأة تستر كفيها حذراً من كشف**

ذراعها. (مراقی الفلاح ۱۵۱، تاتارخانیة قدیم ۵۲۱/۱، زکریا ۱۵۷/۲ رقم: ۲۰۲۱)

قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ میں نظر کہاں رہے؟

نماز میں خشوع وخضوع برقرار رکھنے کے لئے مستحب ہے کہ حالتِ قیام میں سجدہ کی جگہ نظر جمی رہے، حالتِ رکوع میں قدموں پر نظر رہے، سجدہ میں ناک پر نگاہ رہے، اور حالت قعدہ میں اپنی گود پر نظر رہے۔ یہ حکم ہر حالت میں ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے عین سامنے نماز پڑھ رہا ہو تو اسے بھی مذکورہ آداب کا خیال رکھنا چاہئے، دورانِ نماز اسے کعبۃ اللہ پر نظر نہیں جمانی چاہئے۔ **ومنها نظر المصلي سواء كان رجلاً أو إمرأةً إلى موضع سجوده قائماً حفظاً له عن النظر إلى ما يشغله عن الخشوع، ونظره إلى ظاهر القدم راكعاً وإلى أرنبة أنفه ساجداً وإلى حجره جالساً. (المراقي) ويفعل هذا ولو كان مشاهداً للكعبة على المذهب.** (طحطاوی علی المراقی ۱۵۱، بدائع الصنائع ۵۰۳/۱)

سلام پھیرتے وقت نظریں کہاں رہیں؟

دائیں طرف سلام پھیرتے وقت دائیں مونڈھے پر نظر رکھنا اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بائیں مونڈھے پر نظر رکھنا مستحب ہے۔ **ومنها نظره إلى المنكبين مسلماً.**

(مراقی الفلاح ۱۵۱)

نماز میں قرأت کی مستحب مقدار

نماز میں کتنی مقدار کی قرأت پڑھنا مستحب ہے، اس سلسلہ میں نمازی کی تین حالتوں کے اعتبار سے حکم الگ الگ ہے:

(۱) اگر نمازی سفر میں ہو اور سفر جاری ہو تو سورۂ فاتحہ کے بعد حسبِ سہولت جو سورۃ پڑھنا چاہے پڑھے خواہ وہ چھوٹی سے چھوٹی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کوئی سی نماز کیوں نہ ہو۔

(۲) اگر نمازی مسافر ہو؛ لیکن کسی جگہ اطمینان کے ساتھ ٹھہرا ہو تو نماز فجر وظہر میں اوساطِ

مفصل میں سے لمبی سورتیں، نماز عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل کی چھوٹی سورتیں اور نماز مغرب میں قصارِ مفصل کی چھوٹی سے چھوٹی سورتیں پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) اور اگر نمازی مقیم ہو اور وقت میں بھی گنجائش ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز فجر وظہر میں طوالِ مفصل، نماز عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل اور نماز مغرب میں قصارِ مفصل پڑھے۔

نــــوٹ: طوالِ مفصل سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتوں کو کہا جاتا ہے، جب کہ سورۂ طارق سے سورۂ لم یکن تک اوساطِ مفصل، اور سورۂ زلزال سے آخر قرآن تک کی سورتیں قصارِ مفصل کہلاتی ہیں۔

والمستحب على ثلاثة أوجهٍ، أحدها أن يقرأ في السفر حالة الضرورة الخ. بفاتحة الكتاب وأى سورة شاء أو مقدار أقصر سورة من أى محل تيسر الخ. والوجه الثاني أن يكون في السفر حالة الا ختيار الخ. يقرأ في صلاة الفجر مع الفاتحة سورة البروج الخ. ويقرأ في الظهر كذلک ويقرأ في العصر والعشاء دون ذلک، وفي المغرب يقرأ بالقصار جداً الخ. والوجه الثالث أن يكون في الحضر الخ. (حلبی کبیر ۳۱۰) **ويسن في الفجر والظهر ومنها الخ. لم يكن أوساطه في العصر والعشاء وباقيه قصاره في المغرب أى في كل ركعة سورة مما ذُكِرَ، ذكره الحلبي.** (در مختار زکریا ۲/۲۶۱)

ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے

فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ہر رکعت میں مکمل سورت پڑھی جائے (اگر چہ کسی سورت کا جزء پڑھنا بھی بلا کراہت درست ہے اور پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے؛ لیکن جزو سورت پڑھتے وقت بطور خاص مضمون آیات کی تکمیل کی رعایت کرنی چاہئے) **قال الشامي بحثاً: مع أنهم صرحوا بأن الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة.**

(شامی زکریا ۲/ ۲۶۱، خانية ۱/ ٤٥١، هندية ۱/ ۷۸)

جمعہ کے دن نمازِ فجر میں قرأتِ مستحبہ

ہر جمعہ کو نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں ﴿ألم سجدہ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿سورۂ دھر﴾ پڑھنا مستحب ہے (لیکن اس کو ایسا لازم نہ سمجھا جائے کہ ناواقف عوام یہ سمجھنے لگیں کہ اس دن ان سورتوں کے علاوہ کا پڑھنا جائز ہی نہیں، لہٰذا کبھی کبھی اس وہم کو رفع کرنے کے لئے قصداً اس التزام کو چھوڑ دینا چاہئے) ویکرہ التعیین "کالسجدۃ" و"ھل أتی"، لفجر کل جمعۃٍ، بل یندب قرأتھما أحیاناً. (درمختار) وفی فتح القدیر لأن مقتضی الدلیل عدم المداومۃ لا المداومۃ علی العدم کما یفعلہ حنفیۃ العصر، فیستحب أن یقرأ ذٰلک أحیانا تبرکاً بالمأثور، فإن لزوم الإیھام ینتفی بالترک أحیاناً. (شامی زکریا ۲/۲٦٥، خانیۃ ۱/٤٥٣)

فرض کی آخری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا

فرض نمازوں میں (ابتدائی دو رکعتوں کے بعد) آخری مابقیہ رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا أفضل ہے۔ (واجب اور لازم نہیں ہے) فالقراءۃ أفضل بالنظر إلی التسبیح

(شامی زکریا ۲/۲۲۱، البحر الرائق ۱/٥١٦، بدائع الصنائع ۱/۲۹٦)

کھانسی اور ڈکار کو روکنا

ایک ادب یہ ہے کہ نماز کے دوران حتی الامکان کھانسی اور ڈکار کو روکا جائے۔ ومن الأدب دفع السعال ما استطاع تحرزاً عن المفسد فإنہ إذا کان بغیر عذر یفسد وکذا الجشاء. (مراقی الفلاح ۱۰۲، کبیری ۳٥١، شامی زکریا ۲/۱۷٦، خانیۃ ۱/٥۲۹)

جمائی کے وقت منہ بند کرنا

نماز میں پوری کوشش کی جائے کہ جمائی میں منہ نہ کھلنے پائے، اور اگر ناگزیر صورت ہو تو منہ کو ہاتھ یا آستین سے ڈھک لیں۔ ومن الأدب کظم فمہ عند التثاؤب فإن لم یقدر

غطاه بيده أو بكمه. (مراقی الفلاح /۱۵۱، خانية ۵۲۹/۱، شامی زکریا ۱۷٦/۲، بدائع ۲۹٦/۱)

مقتدی نماز کے لئے کب کھڑے ہوں؟

فقہاءِ احناف نے اس مسئلہ میں مختلف صورتوں میں الگ الگ استحبابی حکم بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اگر امام صف کے درمیان موجود نہ ہو اور پیچھے سے مصلیٰ کی طرف آ رہا ہو تو جس صف تک پہنچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے۔ **فاما إذا كان الإمام خارج المسجد فإن دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما جاوز صفاً قام ذٰلک الصف.** (عالمگيري ۵۷/۱، درمختار زکریا ۱۷۷/۲)

(۲) اور اگر امام سامنے سے آ رہا ہو تو اس پر نظر پڑتے ہی جماعت کھڑی ہو جائے۔ **وإن كان الإمام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رأوا الإمام.** (عالمگیری ۵۷/۱، درمختار زکریا ۱۷۷/۲، خانية ۵۳۰/۱)

(۳) اور اگر امام پہلے ہی سے صف میں موجود ہو (اور صفیں بھی سب درست ہوں) اور اقامت کا وقت ہو جائے تو اس خاص صورت میں مکبر کی اقامت سے پہلے کسی کا کھڑا ہونا مکروہ ہے، اور افضل یہ ہے کہ جب مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے تو امام سمیت پوری جماعت کھڑی ہو جائے، کھڑے ہونے میں حی علی الفلاح سے تاخیر کرنا اور اس کے بعد تک بیٹھا رہنا مکروہ ہے۔ **إن كان المؤذن غير الإمام وكان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حی على الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح.**

(عالمگیری ۵۷/۱، درمختار زکریا ۱۷۷/۲)

مسئلہ بالا کے متعلق غلطیاں اور کوتاہیاں: اس مسئلہ پر عمل کرنے میں بعض جگہ بڑی کوتاہیاں پائی جاتی ہیں اور افسوس ہے کہ ایک خاص فرقہ نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اسے غلط رخ دے دیا ہے اس لئے ذیل میں وہ چند کوتاہیاں تحریر کی جاتی ہیں جن میں عام ابتلاء ہے۔

(۱) بعض حضرات امام کی آمد سے پہلے ہی نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کھڑے کھڑے امام کی آمد کا انتظار کرتے ہیں حالاں کہ یہ طریقہ خلافِ اولیٰ ہے، افضل یہ ہے کہ کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر انتظار کریں اور جب امام کو آتا دیکھیں تو کھڑے ہوجائیں۔ **دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد إلی قیام الإمام فی مصلاہ. (درمختار) قال الشامی: ویکرہ لہ الانتظار قائماً.** (شامی بیروت ۶۵/۲، زکریا ۷۱/۲) **وقال الطحطاوی فی حاشیتہ علی الدر المختار: قولہ (قعد) لم یبین حکمہ والظاہر أنہ مندوب وفیہ أن قیامہ تہیؤ للعبادۃ فلا مانع منہ.** (طحطاوی علی الدر ۱۸۹/۱ بحوالہ احسن الفتاوی ۳۰۷/۲)

(۲) اس کے برخلاف بعض لوگ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے پر اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کا خیال نہ رکھے تو اس پر نکیر کرتے ہیں اور کہیں تو نزاع تک کی نوبت آجاتی ہے، حالاں کہ یہ مسئلہ صرف آداب سے تعلق رکھتا ہے، اس پر اصرار کرنا اور اس پر عمل نہ کرنے والے پر لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے۔ **ولہا آداب: ترکہ لا یوجب إساءۃ ولا عتاباً.**

(درمختار زکریا ۱۷۵/۲، الموسوعۃ الفقہیۃ ۳۱۳/۱)

(۳) نماز میں صفوں کے سیدھا کرنے اور درمیان کے خلا کو پر کرنے کا حکم واجب کے قریب کا درجہ رکھتا ہے، اگر متفرق بیٹھے ہوئے لوگوں کو حی علی الفلاح سے پہلے کھڑا ہونے سے منع کیا جائے گا، تو کوئی صورت نہیں ہے کہ تکبیر ختم ہونے سے پہلے صفیں درست ہوجائیں، اس لئے صفوں کی درستگی کی اہمیت کو ترجیح دیتے ہوئے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے ادب کو نظر انداز کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء نے اسی مستحب کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ امام مکبر کے قد قامت الصلاۃ کہتے ہی تکبیر تحریمہ شروع کردے؛ لیکن خود فقہاء نے اس ادب کو سرے سے نظر انداز کردیا؛ تاکہ نمازیوں اور مؤذن کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو، تو جب محض ایک فضیلت کے حصول کے لئے فقہاء کے بیان کردہ ادب کو ترک کیا جاسکتا ہے تو صفوں کی درستگی کے لئے تو بدرجہ اولی حی علی الفلاح کے ادب کو نظر انداز کرنا مناسب ہوگا۔ **وینبغی أن یأمرہم بأن یتراصوا**

ويسدوا الخلل ويسووا مناكبهم. (درمختار ۲/ ۳۱۰) **وشروع الإمام في الصلاة مذ قيل قد قامت الصلاة، ولو أخر حتى أتمها لابأس به إجماعاً. (درمختار) لأن فيه محافظة على فضيلة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام.** (شامی زکریا ۲/ ۱۷۷)

(۴) پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شروع تکبیر سے کھڑا ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا اسے مطلقاً مکروہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ **أبو هريرة ﷺ يقول أقيمت الصلاة فقمنا وعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله ﷺ.** (مسلم شریف ۱/ ۲۲۰ وغیرہ)

(۵) بعض مساجد میں یہ دستور ہے کہ عین جماعت کے وقت امام صاحب حجرہ سے نکل کر مصلّٰی پر آکر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر مکبر تکبیر کہنا شروع کرتا ہے اور اس کے حی علی الفلاح پر پہنچنے کے بعد جماعت کھڑی ہوتی ہے، یہ طریقہ فقہ وحدیث دونوں کے خلاف ہے۔ حدیث کے خلاف اس لئے ہے کہ پورے ذخیرۂ حدیث میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں دکھلائی جاسکتی کہ پیغمبر علیہ السلام حجرۂ مبارکہ سے نکل کر محراب میں آکر تشریف فرما ہوگئے ہوں اور پھر تکبیر شروع ہوئی ہو؛ بلکہ مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے ہی آپ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھتے تھے فوراً ہی تکبیر شروع کردیتے تھے اور اسی وقت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی کھڑے ہوجاتے تھے، اور فقہ کے خلاف اس لئے ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ امام اپنے کمرہ سے مسجد میں عین نماز کے وقت آرہا ہو تو حکم یہ ہے کہ اسے دیکھتے ہی لوگ کھڑے ہوجائیں جیسا کہ اوپر صورت نمبر (۱) اور (۲) میں بیان کیا گیا ہے، ایسی صورت میں یہ حکم ہرگز نہیں ہے کہ امام آکر مصلّٰی پر بیٹھ جائے، اور پھر تکبیر شروع ہو۔

(۶) بعض جگہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے بعد امام صاحب مصلّٰی پر آکر بیٹھ جاتے ہیں پھر تکبیر شروع ہوتی ہے اور حی علی الفلاح پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں، خطیب کا یہ عمل قطعاً بے اصل ہے، کوئی روایت ایسی نہیں دکھلائی جاسکتی کہ پیغمبر علیہ السلام یا کوئی صحابی رسول رضی اللہ عنہ خطبۂ جمعہ کے بعد مصلّٰی پر بیٹھ گئے ہوں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوئے ہوں، نیز فقہ کے کسی جزئیہ

سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اس طریقہ کا التزام بلاشبہ دین میں زیادتی ہے جس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔

ضــــروری نــوٹ : اس مسئلہ میں خربطہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض مشائخ کی عبارتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے، مثلاً امام طحطاویؒ ''طحطاوی علی مراقی الفلاح'' میں لکھتے ہیں کہ: ''ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے''۔ (طحطاوی علی المراقی ۱۵۱) (حالاں کہ کسی امام سے صراحۃً یہ بات منقول نہیں ہے) اور دوسری طرف اسی مسئلہ میں درمختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ: ''ظاہر یہ ہے کہ اس سے حی علی الفلاح سے تاخیر کرنے سے احتراز مقصود ہے نہ کہ تقدیم سے، حتی کہ اگر شروع اقامت سے کھڑا ہوجائے تو بھی کوئی حرج نہیں''۔ (طحطاوی علی الدر المختار ۱/۵ ۱۱ بحوالہ احسن الفتاوی ۳۱۶) تو ایک ہی مصنف جب دو طرح کی باتیں لکھے تو ہر بات کا الگ الگ محمل ہونا چاہئے؛ تاکہ تعارض نہ رہے، اور وہ محمل یہ ہے کہ اگر امام اپنی جگہ سے نہ اٹھا ہو یا مسجد میں داخل نہ ہوا ہو تو شروع اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، ایسی صورت میں بیٹھ کر امام کا انتظار کرنا چاہئے تا آں کہ امام مصلی پر آجائے، اور جب امام کھڑا ہو چکا ہو یا مصلی پر پہنچ چکا ہو تو پھر شروع اقامت سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ فقہاء کی مختلف عبارات پر غور کرنے سے یہی تطبیق موزوں معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔ (مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: رسالہ ارشاد الانام بجواب ازالۃ الاوہام در احسن الفتاوی ۲۹۹/۲، ''اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں''؟۔ (در جواہر الفقہ ۳۰۹/۱ وغیرہ)